ابو سعید حنیف احمد محمود۔برطانیہ

❁❁❁ تقریر ❁❁❁

تقریر بابت اخلاقیات
وقت 5-7 منٹ

نُون غُنَّہ کے استعمال کو اپنائیں

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

وَاعۡبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشۡرِکُوۡا بِہٖ شَیۡئًا وَّبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا وَّبِذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰکِیۡنِ وَالۡجَارِ ذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡجَارِ الۡجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالۡجَنۡۢبِ وَابۡنِ السَّبِیۡلِ ۙ وَمَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنۡ کَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرَا(النساء:37)

اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکین لوگوں سے بھی اور رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور غیر رشتہ دار ہمسایوں سے بھی۔ اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں سے بھی اور ان سے بھی جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ یقیناً اللہ اس کو پسند نہیں کرتا جو متکبر (اور) شیخی بگھارنے والا ہو۔

میں اپنے پیاروں کی نسبت
ہرگز نہ کروں گا پسند کبھی
وہ چھوٹے درجہ پہ راضی ہوں
اور اُن کی نگاہ رہے نیچی
وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر
شیروں کی طرح غراتے ہوں
ادنیٰ سا قصور اگر دیکھیں
تو منہ میں کف بھر لاتے ہوں

معزز سامعین! میں آج تقاریر کے عام استعمال میں لائے جانے والے عناوین سے ہٹ کر ایک اچھوتے عنوان پر گفتگو کرنے جارہا ہوں۔ اور وہ ہے ”نُون غُنَّہ کے استعمال کو حرزِ جان بنائیں“۔ یہ ایک تربیتی، اصلاحی اور اخلاقی مضمون ہے۔ مجھے چند روز قبل ایک خیر خواہ نے ایک ویڈیو کلپ بھجوا کر درخواست کی کہ یہ بھی ایک اچھا تربیتی موضوع ہے۔ اس کو بھی تقریر کا عنوان بنایا جا سکتا ہے۔ اس کلپ میں ہمارا ایشیائی کلچر جو بیورو کریسی اور سرکاری دفاتر میں نظر آتا ہے وہ دکھلایا گیا ہے کہ ایک بوڑھا شخص اپنی داد رسی کے لیے ایک سرکاری دفتر میں جاتا ہے جس کو ایک درمیانی عمر کا شخص deal کرتا ہے اور بوڑھے شخص سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ بابا جی۔ دو! مجھے درخواست جو لے کر آئے ہو۔ اُسے ایک سرسری سی نظر سے دیکھ کر اُس سرکاری شخص نے عمر رسیدہ شخص سے کہا کہ جاؤ! ہم کچھ کرتے ہیں۔ قریب بیٹھے ایک اَور شخص نے جب کلرک کا یہ ناروا رویّہ دیکھا تو اُس گستاخ شخص کے سامنے بولنے کی جرات تو نہ ہوئی تاہم ایک خط اُس شخص کے نام لکھ کر اُس کے سامنے رکھا۔ جس میں یہ لکھا تھا کہ آپ اگر اپنے رویّہ اور لب و لہجہ میں حکم کی بجائے نُون غُنَّہ کا استعمال شروع کر دیں تو آپ کا سنجیدہ ماحول خوشگوار ماحول میں بدل سکتا ہے یعنی آپ دو، جاؤ اور آؤ کی بجائے نُون غُنَّہ کا استعمال کرتے ہوئے دیں، جائیں اور آئیں استعمال میں لے آئیں تو کیا خوب ہو۔ خط پڑھ کر اس سرکاری کلرک کے چہرے پر نرمی کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ دفتر کا ٹینس (Tense) ماحول خوشگوار ماحول میں بدلنے لگا اور خط لکھنے والے دوست سے کہنے لگے کہ لائیں! اپنی درخواست اور بیٹھیں اپنی نشست پر۔

سامعین! خاکسار نے اپنی تقریر کو اچھی اور معیاری بنانے کے لیے ”نُون غُنَّہ“ کو مختلف لغات میں دیکھنے کی کوشش کی مگر اکثر لغات خاموش تھیں۔ اُس کی شاید وجہ یہ ہے کہ نُون غُنَّہ حروف ابجد میں شامل نہیں لیکن گوگل پر سرچ کرنے سے نونِ غُنَّہ پر ایک دلچسپ تحقیق نظروں سے گزری۔ ہم عمومی طور پر نُون غُنَّہ اُس کو کہتے ہیں جو نون

کے نکتہ کے بغیر ہو اور الفاظ کے آخر میں آئے جیسے دیکھیں، آئیں، بٹھائیں یا آؤں، کھاؤں وغیرہ۔ لیکن اس تحقیق کے مطابق دو حروف کے درمیان آئے ہوئے نون کو بھی بسا اوقات نُون غُنّہ بولتے ہیں اور بعض اوقات درمیان میں آنے والے نُون غُنّہ کو اُلٹے قوس کی علامت سے ظاہر کرتے ہیں۔ اِس پر اِس سے زیادہ بولنا سود مند نہ ہو گا اور تقریر بلاوجہ طول پکڑ جائے گی۔ تاہم یہ بتانا ضروری ہے کہ جب انسان خود کے متعلق بولے تو نُون غُنّہ کا استعمال کرتا ہے جیسے مَیں آ جاؤں۔ میں کھانا کھاؤں۔ مَیں سفر کروں گا وغیرہ۔

سامعین! نُون غُنّہ کے استعمال والا مضمون بہت وسیع ہے۔ اِس کی بنیاد "آداب" یعنی Manners پر ہے۔ ایک عربی محاورہ جس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تحریرات اور ملفوظات میں بکثرت استعمال فرمایا ہے یعنی "اَلطَّرِیْقَۃُ کُلُّھَا اَدَبٌ" ہے یعنی طریقت، صوفی اِزم کے تمام راستے ادب سے ہو کر گزرتے ہیں۔ گویا کہ تمام اسلامی تعلیم جن کا تعلق آداب اور Manners سے ہے اُن پر یہ مضمون لاگو ہو گا۔ تُم، آپ یا تُسی کا استعمال بھی اِسی مضمون سے تعلق رکھتا ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ تُم کا لفظ استعمال کرنے میں اپنائیت ہوتی ہے لیکن آپ یا تُسی کہہ کر پکارنے کا رنگ ہی کچھ اَور ہے۔ اپنے سے عمر میں چھوٹے کو تو تُم کہہ کر پکارا جا سکتا ہے لیکن ادب کے ساتھ "آپ" کہہ کر بُلانے میں چھوٹوں کی حوصلہ افزائی بھی ہوتی ہے اور عزت بھی۔ بچہ بھی پھر ادب سے بُلاتا ہے۔ بعض مائیں اپنے بچوں کے نام کے ساتھ صاحب کہہ کر پکارتی ہے۔ مَیں نے ایک گھرانہ میں ایک بچے کو مربّی صاحب اور دوسرے بچے کو قائد صاحب کہہ کر بلاتے سُنا ہے کیونکہ ایک بھائی حلقے میں قائد خدام الاحمدیہ کے فرائض ادا کر رہے تھے اور دوسرے بھائی کو مربّی سلسلہ بنانے کی تیاری ہو رہی تھی۔ یہ بھی تربیت کا ایک انداز ہے۔ اِسی کو Give & Take کہہ سکتے ہیں۔ یُوں گھر میں، ماحول میں اور معاشرت میں سکون، اپنائیت اور محبت کی فضا پیدا ہو گی۔ انسانیت کا وقار اور عزّت قائم ہوتی ہے۔ اِسی طرح کسی کو نصیحت کرتے وقت مخاطب کو آپ اپنا محاسبہ کریں، خود کو بدلیں، کی بجائے ہم کے صیغے کا استعمال کریں اور کہیں کہ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنا محاسبہ کریں تو اِس سے بھی نرم فضا پیدا ہو گی۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ میاں بیوی کا رشتہ اپنائیت اور دوستی کا رشتہ ہے لیکن اگر اِس میں بھی نون غُنّہ کو رواج دیا جائے اور آئیں، چلیں، کھائیں کا استعمال کریں تو اپنائیت بھی برقرار رہے گی اور ادب کا اصول بھی نہیں ٹوٹے گا۔ مجھے کسی نے نون غُنّہ کی اہمیت پر ایک لطیف بات لکھ کر بھجوائی کہ

شوہر نے بیوی سے کہا کہ ایک کپ چائے بنا دو۔

بیوی بولی: کیا کہا؟

شوہر گویا ہوا: کچھ نہیں۔ ایک کپ چائے بنا دوں؟

گفتگو کے دوران الفاظ کے ساتھ لب و لہجہ اور انداز کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ الفاظ کا چناؤ تو بہتر ہو، آپ کہہ کر بھی مخاطب کیا جائے لیکن اگر ہماری باڈی لینگویج (body language) خراب ہو یعنی ہماری توجہ بات کرنے والے کی طرف نہ ہو، ہم اُس کی بات کو کوئی اہمیت نہ دے رہے ہوں تو الفاظ اپنی تاثیر کھو دیتے ہیں۔ انداز گفتگو کے تعلق سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہم گفتگو کے عمل کے دوران کسی کو کم تر نہ سمجھیں یا کسی کو نظر انداز نہ کریں۔ کیونکہ کسی بھی فرد کو گفتگو کے دوران نظر انداز کرنا، انہیں کم تر سمجھنا یا انہیں کم معیاری تصوّر کرنے کا رویّہ اختیار کرنا، نفسیات کی زبان میں افراد کو ڈسکاؤنٹ کرنا کہا جاتا ہے جو روابط اور تعلقات کو کمزور اور گفتگو کو بے اثر کر دیتا ہے۔ اس طرح کی گفتگو سے بات دل میں نہیں اترتی بلکہ ٹکرا کر واپس آ جاتی ہے۔

اسلامی تعلیمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ ان تعلیمات میں سے اخلاقیات سے تعلق رکھنے والے تمام اسلامی احکام کو ہی لیا جائے تو ایک تقریر نہیں کئی تقاریر چاہئے۔ آج حقوق العباد سے تعلق رکھنے والے آداب کا اختصار کے ساتھ ذکر ہو گا۔ معاشرے میں جو لوگ آپس میں اکٹھے رہتے ہیں اُن میں خاندان کے لوگ ہیں۔ جن میں والدین، خاندان کے بزرگ، رشتہ دار، بہن بھائی، میاں بیوی اور اپنے سے عمر میں چھوٹے عزیز رشتہ دار سے حسن سلوک کی تعلیم ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"أَكْرِمُوا أَوْلَادَكُمْ وَأَحْسِنُوا أَدَبَهُمْ"

(ابن ماجہ)

کہ اپنی اولاد کی عزت کرو اور اُن کی بہترین تربیت کرو۔

بزرگوں کے احترام کی بات چلی تھی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اَلْبَرَكَةُ مَعَ أَكَابِرِكُمْ" (الترغیب والترھیب) کہ برکت تمہارے بزرگوں کے ساتھ ہے۔ خاندان میں بزرگ عمر کی ایسی حد کو چھو رہے ہوتے ہیں کہ انہیں جہاں سپورٹ کی ضرورت ہوتی ہے وہاں اُن کی ڈھارس بندھانی بھی بہت ضروری ہوتی ہے۔ عمر رسیدہ

افراد کو ان کے دیکھ بھال اور ان کی دلجوئی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اُن کا احترام کرنا، ادب سے بُلانا اور ادب سے پیش آنا آج کی تقریر کے موضوع کے مطابق کرنا چاہیے۔
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
"مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا ولم یوقّر کَبِیرِنَا فَلَیْسَ مِنَّا"

(ترمذی)

کہ جس نے ہمارے معاشرے میں کسی چھوٹے پر رحم نہ کیا اور بڑے کا احترام نہ کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔
جن بزرگوں کے لیے نُون غُنّہ کے استعمال کے ساتھ اکرام و تعظیم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اُن میں سب سے پہلے والدین ہیں جنہوں نے ہمیں جنم دیا۔ احادیث کے مطابق والدین کے زُمرے میں اساتذہ بھی آتے ہیں اور جس نے بیٹی دی یعنی ساس سُسر۔ والدین کو اس لیے عزت کا مقام دینا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں مختلف مقامات پر اپنی توحید کے بعد والدین کی فرمانبرداری اور اُن سے احسان کرنے کی تعلیم دی ہے اور ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے شکر کے ساتھ ماں باپ کے شکر کو باندھ دیا ہے۔ جیسے توحید کے ساتھ والدین پر احسان کرنے کے متعلق فرمایا:
i۔ "وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا" (بنی اسرائیل:24)
ii۔ اللہ کے شکر کے ساتھ والدین کا شکر بجالانے کی تعلیم سورۃ لقمان آیت 15 میں یوں ملتی ہے "اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ"
حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں کہ شرک سے اجتناب کے بعد سب سے زیادہ ضروری حکم یہی (والدین سے احسان) ہے (حقائق الفرقان جلد 3 صفحہ 363) اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا کہ والدین کا احسان خدا تعالیٰ کے احسان کا ظلّ ہوتا ہے (تفسیرِ کبیر جلد 2 صفحہ 6)۔ ایک موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شرک کے سوا تمام گناہ معاف ہوسکتے ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو انسان کے تمام گناہ معاف فرمادے ماسوائے والدین کی نافرمانی کے۔

(مسلم کتاب الایمان)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:
"خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں والدہ کو مقدّم رکھا ہے کیونکہ والدہ بچہ کے واسطے بہت دُکھ اٹھاتی ہے۔ کیسی ہی متعدّی بیماری بچہ کو ہو۔ چیچک ہو، ہیضہ ہو، طاعون ہو، ماں اس کو چھوڑ نہیں سکتی۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 289)

پھر فرمایا:
"جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امورِ معروفہ میں جو خلافِ قرآن نہیں ہیں ان کی بات کو نہیں مانتا اور ان کی تعہّد خدمت سے لاپرواہ ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔"

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 19)
"اللہ تعالیٰ نے جو اگلا حکم فرمایا، وہ یہ ہے کہ والدین سے احسان کا سلوک کرو۔ یہ ترتیب بھی وہ قدرتی ترتیب ہے جو انسان کی زندگی کا حصہ ہے۔ خدا تعالیٰ کی ذات کے بعد اس دنیا میں والدین ہی ہیں جو بچوں کی پرورش اور اُن کی ضروریات کا خیال رکھتے ہیں۔ غریب سے غریب والدین بھی اپنے دائرے میں یہ بھرپور کوشش کرتے ہیں کہ اُن کے بچوں کی صحیح پرورش ہو، اس کے لئے وہ عموماً بے شمار قربانیاں بھی کرتے ہیں۔ پس فرمایا کہ والدین سے احسان کا سلوک کرو۔"

(خطبہ جمعہ 26/ جولائی 2013ء)

بڑے بھائی اور چچا کو والد اور خالہ کو والدہ کے برابر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرار دیا۔
سامعین! نُون غُنّہ کے استعمال کے لیے گھر کے افراد کے بعد قریب ترین تعلق یا واسطہ تو پڑوسیوں سے پڑتا ہے اور اِس کا دائرہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چاروں طرف 100، 100 گھرانوں تک پھیلا دیا ہے اور ایک انسان کے اچھے یا بُرے کام کی گواہی کے لیے پڑوسی مقرر فرمایا کہ اگر وہ گواہی دے کہ میرا پڑوسی اچھے اخلاق کا مالک ہے تو اُس کی گواہی مان لو اور اگر وہ بُرا کہے تو وہ بُرا ہے۔

(ابن ماجہ کتاب الزھد)

یہاں مَیں میل ملاقات کے آداب بھی بیان کرنا چاہتا ہوں۔ جس کا تعلق نُون غُنَّہ کے استعمال سے ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس کسی قوم کا سردار یا معزز آدمی آئے تو اس کی عزت و تکریم کرو۔

(ابن ماجہ کتاب الادب)

پھر فرمایا سلام کو رواج دو، ضرورت مند کو کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو۔

(ترمذی کتاب صفة القیامة)

ایک دوسرے کا احترام اور عزت و تکریم سے پیش آنے کے علاوہ اچھی اور نرم زبان کا استعمال بہت ضروری ہے۔ کہتے ہیں کہ تیر یا تلوار کا گھاؤ مندمل ہو جاتا ہے مگر زبان کا زخم کم ہی مندمل ہوتا ہے۔ اِس لئے نرم زبان کے ساتھ گفتگو ضروری ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کے نوجوانوں اور بچوں کو جماعتِ احمدیہ کی دوسری صدی کے آغاز پر جن پانچ امور کی طرف توجہ دلائی تھی اُن میں ایک نرم زبان کا استعمال بھی تھا کیونکہ اخلاقیات میں سے اکثر و بیشتر کا تعلق زبان سے ہے اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِسے ڈیوڑھی قرار دیا ہے جو اندر جانے کا رستہ ہے۔ ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عائشہؓ کے ہمراہ اپنے حجرہ کے باہر تشریف فرما تھے۔ چار دیواری تو ہوتی نہ تھی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف ایک شخص کو آتے دیکھا تو حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ ایک بداخلاق شخص آرہا ہے۔ جب وہ آیا تو حضرت عائشہؓ تو اُٹھ کر حجرہ میں تشریف لے گئیں اور حضورؑ نہایت پیار اور اخلاق سے اس کے ساتھ گفتگو فرماتے رہے۔ جب وہ شخص چلا گیا تو حضرت عائشہؓ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہوئیں اور فرمایا کہ آپؐ نے اُس شخص کے آنے پر فرمایا تھا کہ بہت بداخلاق شخص آرہا ہے مگر آپؐ تو بہت نرمی اور آداب سے اُسے ملے ہیں۔ آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ آپ نے مجھے کب بدخُلق دیکھا ہے؟

(بخاری۔ کتاب الادب۔ باب لم یکن النبی فاحشاً ولا متفاحشًا حدیث 6032)

نرم زبان کا استعمال اور اچھے اخلاق کا اظہار سامنے والے کو آپ کا احسان مند بھی بنا دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

"احسان ایک نہایت عمدہ چیز ہے۔ اس سے انسان دل کو مسخر کر لیتا ہے اپنے بڑے بڑے مخالفوں کو زیر کر لیتا ہے چنانچہ سیالکوٹ میں ایک شخص تھا جو کہ تمام لوگوں سے لڑائی رکھتا تھا اور کوئی ایسا آدمی نہ ملتا تھا جس سے اُس کی صلح ہو۔ یہاں تک کہ اُس کے بھائی اور عزیز اقارب بھی اُس سے تنگ آچکے تھے۔ اُس سے میں نے بعض دفعہ معمولی سا سلوک کیا اور وہ اس کے بدلہ میں کبھی ہم سے برائی سے پیش نہ آتا بلکہ جب ملتا تو بڑے ادب سے گفتگو کرتا۔ اسی طرح ایک عرب ہمارے ہاں آیا اور وہ وہابیوں کا سخت مخالف تھا یہاں تک کہ جب اُس کے سامنے وہابیوں کا ذکر بھی کیا جاتا تو گالیوں پر اتر آتا۔ اُس نے یہاں آکر بھی سخت گالیاں دینی شروع کیں اور وہابیوں کو برا بھلا کہنے لگا۔ ہم نے اس کی کچھ پروانہ کر کے اُس کی خدمت خوب کی اور اچھی طرح سے اُس کی دعوت کی اور ایک دن جبکہ وہ غصہ میں بھرا ہوا وہابیوں کو خوب گالیاں دے رہا تھا کسی شخص نے اُس کو کہا کہ جس کے گھر میں تم مہمان ٹھہرے ہو وہ بھی تو وہابی ہے۔ اس پر وہ خاموش ہو گیا.... خیر وہ شخص چند دن کے بعد چلا گیا۔ اُس کے بعد ایک دفعہ لاہور میں مجھ کو پھر ملا۔ اگرچہ وہ وہابیوں کی صورت دیکھنے کا بھی روادار نہ تھا مگر چونکہ اُس کی تواضع اچھی طرح سے کی تھی اس لیے اُس کا وہ تمام جوش و خروش دب گیا اور وہ بڑی مہربانی اور پیار سے مجھ کو ملا۔ چنانچہ بڑے اصرار کے ساتھ مجھ کو ساتھ لے گیا اور ایک چھوٹی سی مسجد میں جس کا کہ وہ امام مقرر ہوا تھا مجھ کو بلایا اور خود نوکروں کی طرح پنکھا کرنے لگا اور بہت خوشامد کرنے لگا کہ کچھ چائے وغیرہ پی کر جاویں۔ پس دیکھو کہ احسان کس قدر دلوں کو مسخر کر لیتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 192-193)

سامعین! حضرت مسیح موعودؑ کے اعلیٰ اخلاق بھی ہمیں آپ علیہ السلام کی سیرت میں بے شمار جگہوں پر نظر آتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے پرانے خادموں میں سے ایک حضرت حافظ حامد علی صاحب مرحوم تھے۔ وہ لمبے عرصے تک حضور کی خدمت کرتے رہے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ ان کی طبیعت پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے اخلاق کا جو اثر تھا وہ اتنا زیادہ تھا کہ اس کا بار بار ذکر کیا کرتے تھے کہ میں نے کبھی ایسا انسان نہیں دیکھا کہ بلکہ زندگی بھر حضرت صاحب کے بعد بھی کوئی انسان اخلاق کی اس شان کا نظر نہیں آتا تھا۔ حافظ صاحب کہتے ہیں کہ مجھے ساری عمر کبھی حضرت مسیح موعود نے نہ جھڑکا اور نہ سختی سے خطاب کیا۔ بلکہ میں بڑا ہی سست تھا اور اکثر آپ کے ارشادات کی تعمیل میں دیر بھی کر دیا کرتا تھا۔ اس کے باوجود سفر میں مجھے ساتھ رکھتے تھے۔

(سیرت حضرت مسیح موعود مرتبہ حضرت یعقوب علی عرفانی صفحہ 349-350)

سامعین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ ہمارے سامنے ہے۔ آپؐ کے اندازِ گفتگو اور مزاج میں نرمی ہمیشہ نظر آتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر ہمیشہ یہ قرآنی آیت رہتی کہ وَقُوۡلُوۡا لِلنَّاسِ حُسۡنًا (البقرہ:84) کہ لوگوں سے اچھی بات کہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سنجیدہ اور بامقصد گفتگو فرماتے اور اسی کی لوگوں کو تلقین کرتے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو میں جاذبیت، کاملیت اور جامعیت ہوتی تھی، آپؐ نہایت سادہ اور آسان لیکن فصیح ترین زبان استعمال کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو نہایت واضح اور دل میں اترنے والی ہوتی تھی، اس میں کسی طرح کا ابہام نہ ہوتا اور نہ ہی مشکل الفاظ اور بھاری تراکیب ہوتی تھیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اخلاق کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَقُوۡلُوۡا لِلنَّاسِ حُسۡنًا (البقرۃ:84) کہ لوگوں کے ساتھ نرمی اور اچھے طریق سے پیش آؤ۔ ان سے اچھے طریق سے بات کیا کرو۔ اب عام طور پر انسان دوسروں سے اکّھڑپن سے بات نہیں کرتا باوجود اس کے کہ بعض طبائع میں خشونت اور اکھڑپن ہوتا ہے لیکن وہ ہر وقت اس کا اظہار نہیں کرتے۔ تو جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگوں سے بات کرو تو ان سے نرمی اور ملاطفت سے پیش آؤ تو ایسے ہی لوگوں کو کہتا ہے کہ اپنی اس خشونت اور اکھڑپن کی طبیعت میں نرمی پیدا کرو اور کبھی بھی تمہارے سے ایسی بات نہیں ہونی چاہئے جو دوسرے کو تکلیف پہنچانے والی ہو۔ ذرا ذرا سی بات پر مغلوب الغضب نہ ہو جایا کرو۔ لیکن بعض انسان اپنی طبیعت کی وجہ سے جیسا کہ مَیں نے کہا طبائع ہوتی ہیں، یکدم بھڑک بھی جاتے ہیں تو ایسے لوگ اگر سخت بات کہنے کے بعد اپنی سختی پر افسوس کریں اور جو جذباتی یا کسی بھی قسم کی تکلیف ان سے دوسروں کو پہنچی ہو اس کا ازالہ کرنے کی کوشش کریں، توبہ اور استغفار کریں تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں نے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہوا ہے اور ان کی توبہ قبول بھی ہو جاتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر توجہ نہ دینے والے بے جا تشدد اور سختی کرتے چلے جانے والے اور کسی قسم کی بھی ندامت محسوس نہ کرنے والے تو وہ لوگ ہیں جو نہ صرف اخلاق سے گر رہے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نفی کر کے گنہگار بھی ہو رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کی عبادتیں بھی ان کے کسی کام نہیں آتیں۔''

(خطبہ جمعہ 10 اکتوبر 2014ء)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان کے حوالے سے فرمایا کہ ''أَمۡسِكۡ لِسَانَكَ'' کہ اپنی زبان کو روک کر رکھو (ترمذی کتاب الزہد) بلکہ ایک روایت میں حضورؐ نے اپنی زبان کو پکڑ کر صحابہؓ سے فرمایا کہ اِس سے بچو! (اس سے انسان جہنم میں جا گرتا ہے)۔ زبان سے تعلق رکھنے والے بد اخلاق جھوٹ، چغلی، غیبت وغیرہ بہت بُرے اخلاق ہیں۔

بعض لوگ ایک دوسرے کا مذاق اڑاتے ہیں اور بُری زبان استعمال کرتے ہیں جو کہ غلط ہے اور تمیز کے دائرہ سے باہر ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنی زبان قابو میں رکھو۔ صحابہ نے عرض کیا کیا ہم زبان سے بھی پکڑے جاویں گے۔ فرمایا زبان دوزخ میں اوندھا گرا دیتی ہے۔ ہنسی ٹھٹھے میں یہ قاعدہ ہے کہ انسان دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے ابلیس کا گناہ تھا یہی کہ اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡہُ (ص:77) اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ایک دوسرے پر ٹھٹھا نہ کرو ممکن ہے کہ وہی تم سے اچھا ہو۔ زبان کو قابو میں رکھنا بڑی خوبی کی بات ہے۔ انسان زبان سے ہی مومن اور زبان ہی سے کافر بنتا ہے اور اسی سے مومن اور اسی سے منافق بنتا ہے۔''

(خطاباتِ نُور صفحہ 223)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ جلسہ سالانہ برطانیہ خطبہ جمعہ 18 جولائی 2003ء کے موقع پر احباب جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''فضول گفتگو سے اجتناب کریں۔ باہمی گفتگو میں دھیما پن اور وقار قائم رکھیں۔ تلخ گفتگو سے اجتناب کریں۔

بعض لوگ بلند آواز سے عادتاً تُو تُو مَیں مَیں کر کے باتیں کر رہے ہوتے ہیں یا ٹولیوں کی صورت میں بیٹھ کر قہقہے لگا رہے ہوتے ہیں۔ ان تین دنوں میں ان تمام چیزوں سے جس حد تک پرہیز کر سکتے ہیں کریں بلکہ مکمل طور پر پرہیز کرنے کی کوشش کریں۔ ویسے بھی یہ کوئی ایسی اچھی عادت نہیں۔''

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" کسی کو گالی دینے یا برا کہنے سے اُس انسان کا تو کچھ نہیں بگڑتا لیکن پھر بھی بالطبع اپنے دشمن کے خلاف سخت الفاظ استعمال کرتا ہے اور ابتدائے عالم سے یہ مرض بنی نوع انسان میں چلی آئی ہے۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ گالی دینا ایک لغو کام ہے۔ سخت کلامی کرنا ایک فضول حرکت ہے مگر اس کے لغو اور فضول ہونے کے باوجود گالی دینے والے گالیاں دیتے ہیں اور سخت کلامی کرنے والے سخت کلامی کرتے ہیں..... اور جو لوگ جس قدر اپنے نفس پر قابو رکھتے ہیں اس قدر گالیوں سے بچتے ہیں کیونکہ ان کو اس قدر غصہ نہیں آتا کہ جس کو وہ عام الفاظ میں ادا نہ کر سکیں اور اگر آئے بھی تب بھی وہ اپنے نفس کو جھوٹ سے محفوظ رکھتے ہیں کیونکہ گالیاں در حقیقت ایک کمزوری ہے اور سخت طیش کے وقت انسان سے اس کا ظہور ہوتا ہے اور اس کا کوئی فائدہ بھی نہیں ہوتا...... لیکن ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے وہ شان عطا فرمائی تھی کہ آپ کی زبان پر کبھی گالی نہیں آئی حالانکہ حالانکہ جو مخالفت آپؐ کی ہوئی اور جو تکلیف آپ کے دشمنوں نے آپؐ کو دی وہ اِس حد کی تھی کہ اُس کے مقابلہ میں کسی انسان کی تکلیف نہیں پیش کی جاسکتی لیکن باوجود اِس کے کہ آپؐ کے مخالفوں نے ہر طرح سے آپ کو دِق کیا اور تیئس سال متواتر بلاوجہ آپؐ کو دکھ دیتے رہے اور اُن کے ہاتھ روکنے والا بھی کوئی نہ تھا اور حضرت مسیح کے زمانہ کی طرح کوئی حکومت نہ تھی جس کے قانون سے ڈر کر اہل مکہ رسول کریمؐ کو ستانے میں کوئی کمی کرتے اور وہ قوم بھی حضرت مسیح کی قوم سے زیادہ سخت تھی لیکن باوجود اِس کے ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ پر کبھی گالی نہیں آئی۔ ایک دو دن کی تکلیف ہو تو تب بھی کوئی بات تھی۔ سب کہہ سکتے تھے کہ آپؐ نے جبر کر کے اپنے آپ کو روکے رکھا۔ ایک دو ماہ کی بات ہوتی تب بھی کہہ سکتے تھے کہ تکلیف اٹھا کر خاموش رہے ایک دو سال کا معاملہ ہو تب بھی خیال ہو سکتا تھا کہ اپنے نفس کو مار کر اپنی زبان کو بند رکھا لیکن تیئس سال کا لمبا عرصہ جو تکالیف و مصائب سے پر تھا ایک ایسا عرصہ ہے کہ اِس عرصہ میں کسی انسان کا ان تکالیف کو برداشت کرتے ہوئے اور ان عداوتوں کو دیکھتے ہوئے جو آنحضرت اکو دیکھنی اور برداشت کرنی پڑیں ہر قسم کی سخت کلامی سے پرہیز کرنا اور کبھی فحش گوئی کی طرف مائل نہ ہونا دلالت کرتا ہے کہ وہ انسان کوئی عجیب انسان تھا اور نہ صرف عام انسانوں سے برتر تھا بلکہ دوسرے نبیوں پر بھی فضیلت رکھتا تھا۔ کیونکہ جہاں اُس نے اپنے آپ پر قابو رکھا وہاں دوسرے نبی بھی نہ رکھ سکے...... آپؐ نہ تو کبھی کسی کو گالی دیتے نہ کبھی آپ کے منہ سے کوئی تو سے کوئی فُحش کلمہ نکلتا اور نہ کبھی کسی شخص پر لعنت کرتے ہاں حد سے حد غصہ میں اِس قدر کہہ دیتے کہ تیرے ماتھے کو مٹی لگے اور یہ فقرہ گالی کا فقرہ نہیں بلکہ یہ الفاظ عرب لوگ پیار سے بھی کہا کرتے ہیں اور گو عام طور پر ان کا استعمال مُحمل جملوں کے طور پر ہوتا ہے لیکن کبھی یہ الفاظ محبت کے اظہار کے لئے بھی استعمال کئے جاتے اور ان سے یہ مفہوم لیا جاتا ہے کہ اس کی یہ شوخی دور ہو کیونکہ ماتھا تکبر کی علامت ہے اور اس کو مٹی لگنے سے یہ مراد ہے کہ اس کا یہ تکبر دور ہو۔"

(انوار العلوم جلد 1 صفحہ 631-633)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

" انسان اپنے نفس کو دوسرے پر ترجیح دیتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ میری جماعت والے آپس میں ایک دوسرے کو چھوٹا یا بڑا سمجھیں یا ایک دوسرے پر غرور کریں یا نظر استخفاف سے دیکھیں۔ خدا جانتا ہے کہ بڑا کون ہے یا چھوٹا کون چھوٹا کون ہے۔ یہ ایک قسم کی تحقیر ہے اور جس کے اندر حقارت ہے ڈر ہے کہ یہ حقارت بیج کی طرح بڑھے اور اس کی ہلاکت کا باعث ہو جاوے۔ بعض آدمی بڑوں کو مل کر بڑے ادب سے پیش آتے ہیں۔ لیکن بڑا وہ ہے جو مسکین کی بات کو مسکینی سے سنے، اس کی دل جوئی کرے، اس کی بات کی عزت کرے، کوئی چڑ کی بات منہ پر نہ لاوے کہ جس سے دکھ پہنچے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (الحجرات: 12) تم ایک دوسرے کے چڑ کے نام نہ ڈالو۔ یہ فعل فساق و فجار کا ہے۔ جو شخص کسی کو چڑاتا ہے وہ نہ مرے گا جب تک وہ خود اسی طرح مبتلا نہ ہو گا۔ اپنے بھائیوں کو حقیر نہ سمجھو۔ جب کل ایک ہی چشمہ سے پانی پیتے ہو تو کون جانتا ہے کہ کس کی قسمت میں زیادہ پانی پینا ہے۔ مکرم و معظم کوئی دنیاوی اصولوں سے نہیں ہو سکتا۔ خدا کے نزدیک بڑا وہ ہے جو متقی ہے۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 31)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"دین کی صحیح تعلیم پر عمل کرنے کے لئے تم نے اخلاق کے اور بھی اعلیٰ معیار دکھانے ہیں۔ اگر یہ معیار قائم ہو گئے تو پھر تم حقیقی معنوں میں مسلمان کہلانے کے مستحق ہو اور اگر یہ معیار قائم کر لئے اور اپنے اندر اعلیٰ اخلاق پیدا کر لئے تو پھر ٹھیک ہے تم نے مقصد پا لیا اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بن گئے اور انشاء اللہ بنتے رہو گے۔ اور اگر یہ اعلیٰ معیار قائم نہ کئے اور تکبر دکھاتے رہے اور ہر وقت اسی فکر میں رہے کہ اپنے آپ کو میں کسی طریقے سے نمایاں کروں تو یاد رکھو کہ یہ باتیں اللہ تعالیٰ کو سخت

ناپسند ہیں۔ پھر تو حقوق العباد ادا کرنے والے نہیں ہوں گے بلکہ اپنی عبادتوں کو ضائع کرنے والے ہوں گے .... صرف ہم مذہب نہیں، صرف تمہارے ساتھی ہی نہیں بلکہ سکول میں، کالج میں، یونیورسٹی میں ساتھ بیٹھنے والے بھی تمہارے حسن سلوک کے مستحق ہیں، ان کا بھی خیال رکھو، ان سے بھی حسن سلوک کرو۔ ان سے بھی اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔ پھر بازاروں میں دوکاندار ہیں، ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں، ان سے بھی اخلاق سے پیش آئیں۔ پھر دفتروں میں کام کرنے والے ہیں، افسران ہیں، ماتحت ہیں۔ تو حضرت خلیفۃ المسیح الاول فرماتے ہیں کہ صرف کام کرنے والے افسران یا ماتحت نہیں بلکہ جس محکمے میں آپ کام کرتے ہیں اس محکمہ میں کام کرنے والا ہر شخص تمہارے ہم جلیسوں میں شمار ہوتا ہے اور تمہارے حسن سلوک کا مستحق ہے۔ پھر سفر کے دوران، بس میں بیٹھے ہوئے، ٹرین میں بیٹھے ہوئے جو لوگ ہیں یہ بھی اسی زمرے میں آتے ہیں ان سے بھی حسن سلوک کرو۔ بعض دفعہ بعض مسافروں کو نیند آجاتی ہے، کئی دفعہ میں نے دیکھا ہے اس طرح تو بے چارے کا سر اگر کسی کے کندھے سے یا سر سے ٹکرا جائے تو دوسرے مسافر کو غصہ چڑھ جاتا ہے کہ اپنے آپ کو سنبھال کر بیٹھو۔ تو یہ چیزیں چھوٹی چھوٹی ہیں چونکہ آپ کے ہمسائے میں اس کا شمار ہو رہا ہے، ساتھ بیٹھنے والوں میں شمار ہو رہا ہے اس لئے ان سے بھی حسن سلوک کرنا چاہئے۔"

(خطباتِ مسرور جلد 2 صفحہ 67)

فرمایا:

" غرض کہ بیشمار اخلاق ہیں اور آداب ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھائے اور اپنے عمل سے ان کے معیار قائم کئے۔ کوئی بھی دنیا کا ایسا خلق نہیں جو اُس معلم اخلاق نے اپنے نمونے سے ہمیں سکھایا نہ ہو اور لوگوں کو بتایا نہ ہو۔ بلکہ یہ توقع رکھی کہ یہ اخلاق نہ صرف اپنی زندگیوں میں لاگو کرنے ہیں، اُن کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنانا ہے بلکہ اُن کے اعلیٰ معیار بھی قائم کرنے ہیں۔ بعض دفعہ اصلاح کے لیے ناراضگی ہو بھی تو اخلاق کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے ہونی چاہئے۔ مقصد اصلاح ہونا چاہئے نہ کہ دلوں میں کینہ پیدا ہو جائے یا یہ مقصد ہو کہ کسی سے بدلہ لینا ہے۔ یہ معیار ہیں جو کہ ایک احمدی کو اپنے اندر پیدا کرنے چاہئیں ..... آج ہمارا بھی فرض ہے کہ جو اخلاق آپؐ نے ہمیں سکھلائے اُن کو اختیار کریں اور دنیا کو بتائیں کہ یہ وہ اعلیٰ اخلاق ہیں جو اِس معلم اخلاق نے ہمیں سکھائے اور آج بھی حسین معاشرے کے قیام کے لیے اُن کو اپنانا ضروری ہے۔ پس اپنے نمونوں سے ہمیں اُن کو دنیا کو دکھانا ہوگا۔ اللہ توفیق دے۔"

(خطبہ جمعہ 19/ اگست 2005ء)

الغرض ہمیں معاشرے میں آداب اور خوش اخلاق کو رواج دینا چاہیے اور نُون غُنَّہ کے استعمال کو رواج دے کر ماحول کو خوشگوار بنایا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اِس کی توفیق دے۔ آمین

(کمپوزڈ: تمثیل احمد۔ مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)